

مولانا محمد الیاس بھٹک ندوی

اہانت آمیز فلم پر ہمارا غیر دعوتی رد عمل (ہمارا طرز عمل اسلام دشمنوں کے ناپاک عزائم کو فائدہ پہنچا رہا ہے)

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا: معروف شاعر اختر شیرانی کو دینی احکام سے دور اور یکموزم کے قریب سمجھا جاتا تھا، جب ان سے کسی نے مدھوشی کی حالت میں پوچھا کہ محمد ﷺ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ تو انہوں نے بے قابو ہو کر بوقت اس سوال کرنے والے کے سردے ماری اور کہنے لگے: تمہاری یہ کیسے ہمت ہوئی کہ میں اپنی اس گندی زبان سے پیارے نبی ﷺ کا مبارک نام لوں۔

ان کا یہ رد عمل فطری تھا، حب نبوی مؤمن کے ایمان کا جزء ہے، جب تک اپنے والدین، اولاد اور خود اپنی جان سے زیادہ عزیز اپنے نبی ﷺ کی جان نہ ہو تو ایمان مکمل نہیں ہو سکتا، اس کا مظاہرہ ہمیشہ ہوتا رہا ہے، ادنیٰ سے ادنیٰ امتی بھی اپنے والدین کے لیے بدکلامی سننا گوارہ کر سکتا ہے لیکن اپنے حبیب ﷺ کے لیے اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا، اللہ کے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا جب بھی کسی گناہ گار سے گناہ گار مسلمان کے سامنے آیا تو اسلامی تاریخ بتاتی ہے کہ وہ جان بچا کر واپس نہیں جاسکا، اپنے رحمت عالم ﷺ کی دین کے لیے تڑپ اور انسانیت کی فکر اور اسلام کے لیے آپ کی قربانیوں کے سامنے پوری امت مسلمہ اپنی جانیں نچھاور کر دے تب بھی آپ کا حق ادا نہیں ہو سکتا، لیکن اگر کسی نے یورپ میں رحمت عالم ﷺ کی شان میں گستاخی کی اور اس کے بدلہ میں جذبہ ایمان سے سرشار ہونے کا دعویٰ کر کے افریقہ میں رہنے والے کسی غیر متعلق شخص کو چاہے وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو مار دیا جائے یا کسی ظالم یا مجرم کی سزا اس کی اولاد کو دی جائے تو کیا اس کو بھی ہم عین فطری اور ایمانی رد عمل کا نام دیں گے؟ پوری دنیا کے مسلمان بیک زبان اس کی گواہی دیں گے کہ یہ زیادتی ہے، خود اللہ کے رسول ﷺ کی پر امن تعلیمات کے بھی عین خلاف ہے اور جس مالک و خالق کی خوشنودی کے لیے ہم نے یہ عمل کیا ہے وہ بھی اس سے خوش ہونے والا نہیں ہے، رحمۃ للعالمین کی شان میں گستاخی کی کوشش کا معاملہ کوئی نیا نہیں ہے، خود آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں دیوں مرتبہ ایسے واقعات پیش آچکے ہیں اور تب سے آج تک یہ سلسلہ برابر جاری ہے، ہمارے لیے اس طرح کے معاملات میں خود آپ ﷺ کی حیات طیبہ سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ اس طرح کے مواقع پر ہمارا طرز عمل اور رد عمل کیا ہونا چاہیے۔

معصوم مسلمان (innocent muslim) کے نام سے ایک امریکی سام ہاسل نے اہانت رسول پر فلم بنائی اور اس کے رد عمل میں مسلم ممالک میں ۳۰ لوگ مارے گئے، ان کی اکثریت مسلمانوں کی تھی، سام ہاسل کو کوئی گزند بھی نہیں پہنچی بلکہ امریکی حکومت نے اس توہین آمیز فلم کو جرم مان کر نہیں بلکہ اس کے پچھلے کسی کیس کا بہانہ بنا کر اس کو جیل میں بند کر کے اس کو جانی و بدنی تحفظ بھی فراہم کر دیا اور ہم اپنے بھولے پن سے یہ سمجھے کہ اس مجرم کو امریکہ نے جیل میں ڈال کر ہمارا مطالبہ پورا کر دیا، اس کی وہ گھنیا فلم جس کو شاید چند ہزار لوگ بھی نہیں دیکھتے ہمارے اس جذباتی احتجاج نے کروڑوں لوگوں کو دیکھنے پر مجبور کیا، جس کی شہرت خود اس کی ریاست میں نہیں تھی اب اس کو ہم نے عالمگیر بنادیا، ۵۰ ملین سے بننے والی اور خسارہ میں چلنے والی فلم کا دس گنا مالی فائدہ اس کو صرف چند ماہ میں ہمارے غیر دعوتی رد عمل کی وجہ سے ملا، ماضی اور حال میں ہمارے اس طرح کے احتجاج سے نہ اس طرح کی فلموں و خاکوں کا سلسلہ رکا اور نہ ان مجرمین کو کوئی گزند ہو سکتی، ہمیں یاد ہے کہ سلمان رشدی کی کتاب اور ڈنمارک میں بننے والی اس طرح کی فلم کے خلاف بھی مسلمانوں کا جو رد عمل سامنے آیا اس میں صرف ہندو پاک میں درجنوں مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا، سلمان رشدی پر آنچ نیک نہیں آئی بلکہ اس کو اس کے بعد برطانیہ نے اپنے وزیراعظم کو دیا جانے والے مفت تحفظ فراہم کیا، ان سب موقعوں پر احتجاج مسلمانوں نے کیا، احتجاجیوں کو مارنے والے پولیس اور فوج کے لوگ بھی مسلمان تھے اور مرنے والے بھی مسلمان تھے، مجرم پر نہ کوئی آنچ آئی اور نہ اس کو کوئی سزا ملی۔

بصارت کھو گئی لیکن بصیرت تو سلامت ہے: مومن کو اللہ نے صرف بصارت اور ذہانت نہیں دی ہے بلکہ بصیرت اور فراست بھی دی ہے، وہ ہمیشہ کسی بھی حادثہ کو ظاہری طور پر نہیں لیتا ہے بلکہ اس کے پس پردہ محرکات و اسباب کو جان کر اس کے برے انجام سے بچنے کی تدبیر کرتا ہے، چاہے وقتی طور پر اس کو نقصان ہو اور دنیا اس کو نا سمجھ و کم عقل کہے، وقفہ وقفہ سے عالمی سطح پر سامنے آنے والی توہین آمیزیہ فلمیں، کارٹون، خاکے اور مضامین کی اشاعت دراصل ایک منصوبہ بند پلان کا حصہ ہے جس کا بنیادی مقصد امت مسلمہ کو ان کے دعوتی مقاصد سے ہٹا کر جذباتی مسائل میں الجھائے رکھنا ہے، اگر ہم اپنی مومنانہ بصیرت کے ساتھ ان واقعات کا سامنا کریں اور اس کا مقابلہ کرنے کی کوشش کریں تو دشمن کو اپنے ناپاک مقاصد حاصل کرنے میں کبھی کامیابی نہیں مل سکتی، کچھ اسی طرح کی غلطی ہم سے دہشت گردی کے نام پر گرفتار ہونے والے اپنے مسلم نوجوانوں کے سلسلہ میں ہو رہی ہے، ہماری تمام مسلم تنظیموں کا زور صرف ان کو رہا کروانے، ضمانت دلوانے اور سالوں جیل میں رہ کر باعزت بری ہونے پر ان کو اس کا معاوضہ دلانے پر صرف ہو رہا ہے جبکہ بصیرت اور فراست کا تقاضہ یہ ہے کہ جن متعصب افسران کی ذہنیت سے یہ کام ہوا تھا ان کے خلاف ثبوت جمع کر کے مقدمات قائم کرنے اور ان کو سزا دلوانے پر ہم توجہ دیں، اس کے لیے چاہے لمبی قانونی لڑائی لڑنی پڑے ہم پیچھے نہیں ہٹیں تاکہ آئندہ کوئی اس طرح کی ہمت نہ کر سکے اور یہ سلسلہ رک جائے، گجرات میں بعض مسلم قائدین کی بصیرت کی وجہ سے یہ سلسلہ

کامیاب رہا، وہاں کے بعض وزراء اور اعلیٰ افسران کے خلاف جب اس طرح کی قانونی کارروائی کی گئی اور ان کو گرفتار کر لیا گیا تو کم از کم ریاستی پولیس اور افسران کی طرف سے یہ سلسلہ وہاں رک گیا، یہی تجربہ اب ہم کو رہا ہونے والے مسلم نوجوانوں کے حوالہ سے دوسری ریاستوں میں کرنا چاہئے۔

امریکہ میں ۱۱/ستمبر کے حادثہ کے بعد عالمی سطح پر مسلمانوں میں تعلیمی، اقتصادی اور دینی میدانوں میں جو بیداری پیدا ہوئی اس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی، جتنے لوگ اس واقعہ کے بعد پچھلے ۱۲ سالوں میں یورپ اور امریکہ سے اسلام میں داخل ہوئے اس سے پہلے پچاس سال میں نہیں ہوئے، جتنے قرآن مجید اس واقعہ کے فوراً بعد چھ ماہ میں فروخت ہوئے وہ پچھلے پندرہ سالوں میں نہیں ہوئے ہندوستان میں باہری مسجد کی شہادت کے بعد صرف دس سال میں جتنی نئی مسجدیں بنیں ملک کی آزادی کے بعد ۴۵ سالوں میں نہیں بنیں، مسلسل فسادات کے بعد اسلامی بنیادوں پر جتنے تعلیمی عصری مسلم ادارے برصغیر میں ادھر پندرہ سالوں میں قائم ہوئے اور مشنری تعلیمی اداروں کا متبادل پیش کرنے کی کامیاب کوششیں ہوئیں وہ حیرت انگیز تھیں، اسلام دشمن طاقتوں سے مسلمانوں میں آنے والی یہ تیز رفتار دینی و تعلیمی بیداری دیکھی نہیں جاسکتی تھیں، چنانچہ انہوں نے سب سے پہلے علماء و مدارس اسلامیہ کو نشانہ بنایا، جہاں سے امت مسلمہ کی سوکھی بھتی کی سیرابی ہوتی تھی اور اس کے خشک سوتوں کو پانی دیا جاتا تھا، اس پس منظر میں تنگ نظری، شدت پسندی، دہشت گردی اور عسکریت پسندی کے مفروضہ واقعات اور کہانیوں کو بنیاد بنا کر علامۃ المسلمین کو علماء اور مدارس اسلامیہ سے بدظن کرنے کی کوشش کی گئی اور ان فرضی واقعات کا مسلسل پروپیگنڈہ کیا گیا، اس سلسلہ میں برصغیر میں حکومت کی طرف سے مدارس کے ذمہ داران کو ہراساں کرنے اور نوجوان علماء کی گرفتاری ان کی ہمتوں کو پس کرنے ہی کی کڑی تھی، اس کے بعد جب ان کو اعزازہ ہو گیا کہ دین سے وابستہ علماء اور عوام و خواص میں تفریق و بدظنی کی ان کی کوششوں کو کامیابی ملنا اتنا آسان نہیں ہے تو نئی تعلیم یافتہ مسلم نسل کو جن میں اعلیٰ تعلیم کے ساتھ دین سے وابستگی میں غیر معمولی اضافہ ہو رہا تھا اور عالمی سطح پر دعوتی میدان میں یہ تعلیم یافتہ مسلم نوجوان اہم رول ادا کرتے جا رہے تھے ان کی ہمتوں کو توڑنے اور پست کرنے کی نیت سے ان کی دھڑکڑ کا سلسلہ شروع ہوا تا کہ ان کو ہراساں کر کے ان کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا جائے کہ اب گوشہ عافیت میں رہنے اور معاشرتی مسائل سے کنارہ کشی ہی میں ان کے لیے سلامتی ہے، چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ جتنے لوگ ادھر ایک دو سال کے دوران ہمارے ملک میں دہشت گردی کے مفروضہ الزامات کے تحت گرفتار ہوئے ان میں سے دو تہائی نوجوان دیندار، تعلیم یافتہ ڈاکٹروں و انجینئروں کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے، اس کا فوری ایک اثر یہ ہوا کہ ملک میں موجود بڑی حساس سلامتی ایجنسیاں مثلاً Raw اور B. وغیرہ صنعتی ادارے اور I.T. کمپنیاں تعلیم یافتہ مسلم نوجوانوں کو اپنے یہاں ملازمت دینے میں چونکے لگیں اور پہلے سے زیادہ محتاط ہو گئیں۔

سادگی مسلم کی دیکھ اور دوس کی عیاری بھی دیکھ: توہین رسالت کے اس طرح کے واقعات کا سلسلہ بھی دراصل

اسی سلسلہ کی ایک عالمی کڑی ہے تاکہ اصل دعوتی مقصد سے مسلمانوں کی توجہ ہٹ جائے، جذباتی مسائل میں وہ الجھ کر رہ جائیں اور عوامی سطح کے احتجاجات اور ہنگاموں میں پھنس کر اپنے دعوتی منصوبوں کے لیے وقت دینے سے وہ عاجز رہ جائیں، جب اس بات کا یقین ہو گیا کہ عالمی سطح پر اب کسی بھی ملک میں تبدیلی مذہب پر پابندی عائد نہیں کی جاسکتی تو اسلام کی طرف بڑھتے قدموں اور اس کی وسیع ہوتے دائرہ نے اسلام کے بدخواہوں کی نیندیں حرام کر دیں اسلام کی یہی مقبولیت ان کی تشویش کی وجہ بنی، جب ان کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ اسلام کی حقانیت اور اس کی تاثیر کو وہ ختم نہیں کر سکتے تو اب ان کی کوششیں اور توجہ اس پر مرکوز ہو گئیں کہ اسلام کی شبیہ کو مسخ کر دیں تاکہ تیزی سے مشرق و مغرب میں اس کی طرف بڑھتے قدموں کو روکا جاسکے، وہ اپنی ذہانت سے مسلمانوں کو اشتعال دلا کر اور جذبات میں لا کر یہ کام خود کرنے کے بجائے خود ہم مسلمانوں سے لینا چاہتے ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ گستاخی رسالت کے واقعات کو ہم نظر انداز کر دیں اور اس پر توجہ نہ دیں اور بصیرت و فراست کا بہانہ بنا کر اس پر ہمارا کوئی فطری رد عمل بھی سامنے نہ آئے، اپنی جان سے عزیز اپنے نبی کی توہین پر ہمارا ترپ اٹھنا فطری بات ہے، اپنے حبیب کی گستاخی کو برداشت نہ کرنا ہمارے ایمان کا جزء ہے، اس طرح کے توہین رسالت کے واقعات پر اگر ہمارا عوامی و اجتماعی رد عمل سامنے نہ آئے تو امت مسلمہ میں ایمانی رفق کے باقی رہنے کا کیسے پتہ چلے گا، لیکن اسی کے ساتھ ان ایمانی جذبات کے اظہار کے موقع پر ہمیں اس بات کا خیال بھی رہنا چاہئے کہ ہمارا یہ رد عمل خود ہمارے نبی کی تعلیمات کے خلاف نہ ہو، ہماری کسی حرکت سے اسلام کی شبیہ نہ بگڑے اور ہمارا یہ جذباتی رد عمل اسلامی تعلیمات کے متعلق انسانی دنیا کو غلط پیغام نہ دے، ہم جب ٹھنڈے دل سے وقفہ وقفہ سے ہونے والے ان توہین رسالت کے واقعات پر ہمارے رد عمل کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ ہمارے اس غیر دعوتی رد عمل سے اس طرح کے منفی واقعات میں اضافہ ہی ہوا، کبھی نہیں ہوئی، نہ مجرموں کو سزا ملی اور نہ ان کی پشت پناہی کرنے والی حکومتوں کو ان جیسوں کی سرپرستی سے ہم باز رکھ سکے، ہم نے لاکھوں کا مجمع اکٹھا کر کے احتجاجی مظاہرہ کیا، سڑکوں پر نکل آئے لیکن نقصان اپنا ہی کیا، لوگ اپنے ہی شہید ہوئے اور بدنام بھی ہم ہی ہوئے، ہمیں اس طرح کی حرکت کرنے والے مجرمین کے ساتھ ان کی پشت پناہی کرنے والی مغربی سلطنتوں کو بھی سبق سکھانے کی حکمت کے ساتھ منصوبہ بندی کرنی چاہیے جن کی شہ پر اور حوصلہ افزائی سے وہ اس طرح کی جرأت کرتے ہیں، ہم اپنی عرب حکومتوں میں کسی دو تین حکومتوں پر دباؤ ڈال کر ان کو سفارتی تعلقات منقطع کرنے کی صرف دھمکی بھی دیتے تو یورپ اور امریکہ کی حکومتیں گھبرا جاتیں، اس لیے کہ امریکہ و اسرائیل اور ان کی حلیف سلطنتوں کی معیشت کا انحصار ہمارے پیٹرول اور ان کے بینکوں میں جمع ہونے والے ہمارے سرمایوں ہی پر ہے، ہم خود اپنے ہی ملکوں میں ان کی مصنوعات کا چند ماہ بھی بائیکاٹ کرتے تو ان کے کارخانوں کا دیوالیہ ہو جاتا، ہمارے ایک چوتھائی مسلمان بھی صرف ایک سال کے لیے ان کے ممالک میں سیر و تفریح کے لیے نہ جا کر ان کی سیاسی صنعت کو نقصان پہنچاتے تو وہ خواہی نہ خواہی

ہمارے مطالبات پر غور کرنے پر مجبور ہو جاتے، امریکی گولگ کی سائنٹ یوٹیوب پر اس اہانت آمیز فلم کو دکھانے پر ہمارے چند نوجوانوں نے عالمی سطح پر کوشش کر کے مسلمانوں کو متوجہ کیا اور اس کے ہائیکاٹ پر آمادہ کرنے کی کوشش کی تو گولگ کے مالک نے اعتراف کیا کہ اس کے استعمال کرنے والوں میں گذشتہ ایک ماہ میں ۳ ملین لوگوں کی کمی واقع ہو گئی ہے اور یہ مسلمانوں کے غم و غصہ کی وجہ سے ہوا ہے اس کا خیال تھا کہ اگر یہی حال مسلمانوں کے رد عمل کا رہا تو صرف ایک سال میں اس کی سائنٹ بدترین خسارہ سے دوچار ہو جائیگی، تعلیمی میدان میں امت مسلمہ اب بہت آگے بڑھ گئی ہے، معاشی و اقتصادی میدانوں میں ملت اسلامیہ بہت تیزی سے ترقی کر رہی ہے، مسلم نوجوان حیرت انگیز طور پر آگے بڑھ رہا ہے، میڈیا اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کے استعمال کے ذریعہ ہم اپنے دشمنوں کو خاموشی سے بغیر کسی عوامی احتجاج کے منصوبہ بندی کے ساتھ ایسی زک پہنچا سکتے ہیں کہ صدیوں تک ان کے دشمنوں کا مداوا نہیں ہو سکے، اپنے دشمنوں اور ان کی پشت پناہی کرنے والی حکومتوں کو بھی ایسا سبق ملے کہ وہ تمللا اٹھیں اور صنعتی و معاشی اعتبار سے ایسے بیٹھ جائیں کہ پھر اٹھنے کا نام نہ لیں۔

ذرا غم ہو تو یہ مٹی بڑی ذرخیز ہے ساقی: دوسری طرف ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ مغرب و مشرق میں غیر مسلم برادران انسانیت میں حقیقی معنی میں اپنے مذاہب سے وابستہ لوگوں کی تعداد ایک فیصد بھی نہیں ہے، نہ نالوے فیصد لوگ صرف برائے نام ہی اپنے مذاہب سے وابستہ ہیں، ان کا مقصد صرف کمانا، کھانا اور عیش کرنا رہ گیا ہے، عالمی سطح پر مذاہب کے نام سے وقوع پذیر کی گئی بھی حادثہ کو وہ غیر جانب دار ہو کر دیکھتے ہیں اور سنجیدگی سے اس کی تحقیق و تجزیہ میں لگ جاتے ہیں کہ آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے وہ بالعموم اب بھی معقولیت پسند ہیں؟ چنانچہ ۱۱/ ستمبر کے حادثہ کے بعد جب ان کو اس کی جستجو ہوئی کہ دیکھیں کہ اسلام کی وہ کیا تعلیمات ہیں جو ان کی جان جو حکم میں ڈالنے پر مجبور کر رہی ہے تو انہوں نے براہ راست قرآن مجید کا مطالعہ کیا اور اسلامی تعلیمات کا تجزیہ کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے ایک بڑی تعداد کی غلط فہمیاں دور ہو گئیں اور اسلام کی حقانیت ان کے سامنے واضح ہو کر آ گئی، اسی دوران ان کو اپنی شرک و کفر کی غلاظتوں کا بھی احساس ہو گیا اور اسلام کی فطری معقولیت نے ان میں سے ایک بڑی تعداد کو حلقہ بگوش اسلام کر دیا۔

اسی طرح جب گذشتہ دنوں سان ہاسل کی توہین آمیز فلم پر عالمی سطح پر مسلمانوں کا رد عمل سامنے آیا تو یورپ، امریکہ اور خود مشرقی ممالک میں بھی نئی تعلیم یافتہ نسل کا ایک بڑا طبقہ سامنے آ گیا ہے جو یہ دیکھنے کے لیے بے چین ہے کہ حضرت محمد کے نام سے آخر وہ کون سی شخصیت ہے جن کی توہین کے تصور ہی سے ایک گناہ گار مسلمان بھی بھر جاتا ہے، ان کی اس قدر محبوبیت و مقبولیت کا کیا راز ہے جس کی وجہ سے عالمی سطح پر ان کے ماننے والوں میں اضافہ ہو رہا ہے، امت دعوت ہونے کا ہمارا تقاضہ یہ ہے کہ ہم اس سنہرے دعوتی موقع سے فائدہ اٹھائیں جو اس نئی حادثہ کے تناظر میں ہمارے لیے مثبت دعوتی میدان فراہم کر رہا ہے، ہم حکمت کے ساتھ ان بندگان خدا میں اپنے حبیب رحمت عالم

ﷺ کی حیات طیبہ کا تعارف کرائیں اور کم سے کم خرچ اور کم سے کم وقت میں ترغیبی وسائل اختیار کرتے ہوئے ان کی نظروں سے توحید، رسالت اور آخرت کے دلائل گزاریں، جب ایک یہودی النسل امریکی باطل کے پرچار کے لیے تباہ ۵۰ ملین ڈالر (۲۵ کروڑ روپے) خرچ کر سکتا ہے تو ہم حق پر رہ کر اس رقم کے بیسویں حصہ سے بھی کم ایک کروڑ روپے خرچ کر کے انٹرنیٹ پر جہاں سے رحمت عالم ﷺ کی شبیہ بگاڑنے کی کوشش کی گئی تھی عالمی سطح پر اسی فیس بک اور ٹیوٹر کے ذریعہ سیرت طیبہ کا غیر مسلموں میں مسابقت نہیں رکھا جاسکتے، ہم نبی رحمت ﷺ کی سیرت کے کسی ایک انسانی و اخلاقی پہلو پر مختصر مضامین اور مقالے لکھوانے کے بہانے ایک کروڑ روپے کا انعام کا اعلان کریں تو لاکھوں بندگان خدا حیات طیبہ کے مطالعہ کے بہانہ قرآن مجید کے مطالعہ میں لگ جائیں گے، انعام سے ترغیب پا کر وہ اسلام کا مطالعہ کریں گے، ان کی غلط فہمیاں دور ہوگی، اس کی صاف و شفاف فطری تعلیمات کے مطالعہ سے ان میں سے ایک معتدبہ تعداد کو ہدایت بھی نصیب ہوگی اور ہمارا دعوتی فریضہ بھی ادا ہو جائے گا، ہمارے عرب شہزادوں سے جوں لندن کی گھوڑا ریس پر صرف ایک دفعہ کے مقابلہ میں ۵۰ ملین پھینکتے ہیں، یورپ کے جزیروں میں سیاحت و تفریح کے نام سے جا کر ایک سفر میں ستر ملین ضائع کرتے ہیں اس کی امید تو شاید نہیں کی جاسکتی، لیکن خود ہمارے درمیان عالمی سطح پر نہیں بلکہ ملکی سطح پر بھی ایسے خوشحال مسلم تاجر اور مخیر افراد موجود ہیں جن کو اس طرح کے دعوتی منصوبوں پر صرف متوجہ کرنے کی ضرورت ہے، دنیا کے تقریباً ہر ملک میں الحمد للہ بڑی منصوبہ بندی سے دعوتی کام ہو رہے ہیں اور اس کے حیرت انگیز نتائج بھی سامنے آ رہے ہیں، دنیا کی تقریباً ہر زبان میں قرآن مجید و سیرت کے تراجم موجود ہیں، اس طرح کے واقعات کے پس منظر میں پیدا ہونے والی عالمی دعوتی فضا کو ہمیں جنگی پیمانہ پر استعمال کر کے اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیے اور نئے نئے دعوتی تجربات کرنے چاہیے، عالم عرب بالخصوص غلیجی ممالک میں مسلمانوں کے درمیان ادھر چند سالوں سے حفظ قرآن و سیرت کے بڑے عالمی مقابلے ہو رہے ہیں جس میں کروڑوں روپیوں کے انعامات مسلمانوں میں تقسیم کئے جا رہے ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ اس طرح کے مسابقات سیرت کے موضوع پر بڑے ترغیبی انعامات اور دلکش ترغیبات کے ساتھ غیر مسلموں میں بھی رکھے جائیں، مسلم تنظیموں کو اس طرف بھی متوجہ کیا جائے اور غیر مسلموں میں بھی اس طرح کے تحریری مقابلوں کی ضرورت کا ان کو احساس دلایا جائے، ہم نے خود اس ملک کی پانچ چھ ریاستوں میں گزشتہ چار سالوں کے دوران نقد جمعی انعامات کے اعلان کے ساتھ محدود پیمانہ پر اپنی بساط کے مطابق سیرت نبوی میں امن کی تعلیمات کے موضوع پر غیر مسلم برادران وطن میں مقالات لکھوانے کے مقابلے کروائے، الحمد للہ پندرہ ہزار کے قریب برادران وطن نے اس میں حصہ لیا اور اس کے حیرت انگیز و مسرت آمیز نتائج سامنے آئے، اس توہین آمیز فلم پر بھی عالمی سطح پر بننے والی مثبت دعوتی فضا کے تناظر میں اب ہم عالمی سطح پر انٹرنیٹ پر فیس بک اور ٹیوٹر کے ذریعہ غیر مسلم بھائیوں میں سیرت نبوی کے موضوع پر مقالات لکھوانے کا انشاء اللہ ایک اور تجربہ شروع کرنے جا رہے ہیں، دس لاکھ روپے کے اول، دوم اور سوم انعامات ان کو

دینے جائیں گے، جس سے امید ہے کہ انشاء اللہ ایک لاکھ سے زائد بندگان خدا اس میں حصہ لیں گے اور اسلام کی حقانیت کے دلائل ان کی نظروں سے گذریں گے، ملت کی عالمی دعوتی ضرورت کے سامنے یہ ایک بہت ہی چھوٹی اور حقیر سی کوشش ہے، الگ الگ عنوانات کے تحت اس طرح کے الگ الگ اور نئے نئے تجربات ہر ملک میں ہر ایک تنظیم کی طرف سے ہو رہے ہیں اس کو ہر جگہ اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ اس دنیا میں موجود ایک ایک بندہ خدا تک اسلام کا پیغام پہنچ جائے اور وہ توحید و رسالت اور آخرت کی تعلیمات کو پڑھنے اور سمجھنے پر مجبور ہو جائے۔

جب ہماری مسلم تعلیم یافتہ نسل کا ذہن اپنی کہانیوں کی مصنوعات کو فروغ دینے کے لیے نت نئے پروجیکٹ کے بنانے کے لیے چل سکتا ہے تو ہم خود اپنے تعلیم یافتہ ان مسلم نوجوانوں کی صلاحیتوں کو دعوت کے لیے نئے و پرکشش پروجیکٹ بنانے کے لیے کیوں استعمال میں نہیں لاسکتے؟ ہزار خرابیوں کے باوجود مجموعی طور پر ہماری نئی نسل دین سے وابستگی میں پچھلی نسل سے ممتاز نظر آرہی ہے، بس ضرورت صرف ہمارے دعوتی مسلم اداروں کو انھیں ترغیب دے کر دین کے لیے استعمال کرنے کی ہے۔

رکھیں وہ غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف (حب نبوی صرف یہی نہیں ہے): رحمت عالم ﷺ کی ذات اقدس پر جب آنچ آتی ہے تو ہم بے قابو ہو جاتے ہیں اور اظہار محبت و عقیدت کے لیے ہم ہر وہ طریقہ اختیار کرتے ہیں جس سے ساری دنیا بیک وقت بول اٹھتی ہے کہ جس طرح صرف اس ایک ہستی کے لیے کروڑوں مسلمان اپنی جان نچھاور کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں اس کی مثال دنیا کے کسی اور مذہب کے ماننے والوں میں نہیں پائی جاتی، یہ سب آپ ﷺ کی ذات اقدس سے ہماری محبت کا مظہر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ امت مسلمہ میں اپنی گئی گزری حالت میں بھی الحمد للہ اپنے نبی کی عقیدت کے حوالے سے ایمان کی رمت باقی ہے یہ بڑی خوش آئند بات ہے، لیکن بحیثیت مسلمان ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ سے ہماری اصلی محبت و عقیدت کا اعتبار اللہ رب العزت کے پاس اس وقت ہوگا جب ہم آپ ﷺ کی کامل اتباع کریں گے، آپ کے نقش قدم پر چلیں گے اور آپ ﷺ کی ایک ایک سنت کو اپنے لیے مشعل راہ بنائیں گے، اس حیثیت سے جب ہم خود اپنا اور اپنی نئی نسل کا جائزہ لیتے ہیں تو روح تڑپا دینے والے اور خون کے آنسوؤں رلانے والے واقعات سامنے آتے ہیں، ہماری آبادی پوری دنیا میں اس وقت دو ارب کے قریب ہو رہی ہے لیکن آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ آج بھی مسلمانوں کی نصف آبادی یعنی تقریباً ایک سو کروڑ یعنی ایک ارب مسلمان اپنے نبی ﷺ کی بنیادی سیرت اور ان کی حیات طیبہ سے ناواقف ہیں، جاہل عوام کا تو کیا کہنا خود تعلیم یافتہ مسلم نوجوانوں کی حالت جن کو دنیا کی ہر چیز کی معلومات جزئیات کے ساتھ رہتی ہے اس سے بھی گئی گزری ہے، دو تین سال قبل اس ملک میں ایک ٹی وی پروگرام کون بنے گا کروڑ پتی میں ایک تعلیم یافتہ مسلمان سے جو ہزاروں لوگوں میں اپنی جزل نالچ میں مہارت کے بعد اس کے آخری مرحلہ میں داخل ہو گیا تھا اللہ کے رسول ﷺ کے والد کے انتخاب کے لیے

ابو جصل / ابوطالب / عبد اللہ اور عبد المطلب میں سے کسی ایک نام کے انتخاب کا موقع دیا گیا تو وہ منہ نہ کھلتے رہ گیا اور آخر تک جواب نہیں دے سکا اور ایسا محسوس ہوا کہ یہ چاروں نام اس نے زندگی میں پہلی دفعہ سنے تھے، کالج میں زیر تعلیم ایک مسلم طالب علم سے نبی رحمت ﷺ کی جائے پیدائش کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کھٹ سے کہا بتا رہا ہے، حکومت کے اعلیٰ عہدے پر موجود ایک مسلم نوجوان سے جب اس کے آفس میں کام کرنے والے اس کے غیر مسلم دوست نے سوال کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے عام مسلمانوں کے برخلاف گیارہ شادیاں کیوں کیں؟ تو اس نے بجائے اس کے کہ اس کو دلائل سے سمجھاتا ہوں جواب دیا کہ خود مجھے بھی اس پر اشکال ہے، ہمارے ان نونہالوں اور مسلم بچوں سے جب کرکٹ کھلاڑیوں اور فلم ایکٹروں کے نام دریافت کئے گئے تو نہ صرف ان کے بلکہ ان کی بیوی بچوں اور پورے گھرانہ کی تاریخ معلوم تھی، جب ہمارے نوجوانوں کو چہرہ پر اللہ کے رسول کی سنت داڑھی رکھنے کی ترغیب دی گئی تو اس میں ان کو کسی طرح کی کشش نظر نہیں آئی لیکن اسلحہ رکھنے کے الزام پر جب ایک فلم ایکٹر کو گرفتار کر کے گاڑا کے تحت کئی ماہ تک قید رکھا گیا تو اس نے نذر مانی کہ جب تک اس کو رہا نہیں کیا جا تا وہ شیونہیں کرے گا، چنانچہ جیل سے رہائی کے بعد بھی کئی ماہ تک اس کے چہرہ پر داڑھی نظر آئی تو اس کو دیکھ کر ہمارے ملک کے سیکڑوں مسلمانوں نے اس کی نقل کرتے ہوئے داڑھی رکھی، اپنے حبیب کی نقل کرتے ہوئے پیوند لگے ہوئے کپڑے پہننا ہمیں گوارہ نہیں تھا لیکن جب اسی پیوند لگے کپڑوں کو فلم ایکٹروں نے ڈیزائن کا نام دیا تو ہمارے نونہال پیوند کے فیشن والے کپڑے پہننے میں فخر محسوس کرنے لگے، ہماری نئی نسل کے لیے بے حیائی کے علبردار اور بد اخلاقی کے داعی تو نمونہ بن گئے، لیکن خود ہمارے پیارے نبی جو دینی و اخلاقی حیثیت کے ساتھ جسمانی و ظاہری اعتبار سے بھی اپنے وقت کے خوبصورت ترین انسان تھے مقتدی نہیں بن سکے۔

اس پورے پس منظر میں یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ جہاں ضرورت اس طرح کی تو ہیں آمیر فلموں کے تناظر میں ہندوگان خدا کو سیرت نبوی سے واقف کرانے کی ہے اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر خود ہماری نئی نسل کو بھی اپنے آئیڈیل و مقتدی نبی رحمت عالم ﷺ کی سیرت طیبہ اور اسلام کی بنیادی تعلیمات سے واقف کرانے کی ہے تاکہ اسلام کی عظمت کا نقش ان کے دلوں پر قائم رہے اور اپنے دین حق پر ان کا اعتماد باقی رہ سکے، اس کے لیے ہمارے دینی مدارس ہی کی طرف سے جہاں امت کے صرف دس فیصد بچے زیر تعلیم ہیں ایسا دینی تعلیمی نظام رائج ہونا چاہئے جس سے عصری درسا ہوں میں زیر تعلیم نوے فیصد طلباء کی بنیادی دینی تعلیمی ضروریات کی تکمیل ہو سکے، ان کے لیے سنڈے اور مارننگ واپوننگ کلاس کا مستحکم دینی تعلیمی نظام مختصر مدتی دینی تعلیمی شوقیت و ڈپلومہ کے کورس اور خود مسلم اسکولوں میں دینیات و اسلامیات کی لازمی شمولیت اور ہمارے مدارس کی طرف سے فاصلاتی نظام تعلیم کا دینی تعلیم کے فروغ کے لیے استعمال اس کی بہترین شکلیں ہو سکتی ہیں جس پر ہم نے اپنے پچھلے مضمون پر تفصیل سے روشنی ڈالی تھی۔